قدیم ہند و عرب کے روابط و تعلقات کے ایک دیدہ ومؤرخ

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی مدظلہٗ
مدیر مجلّہ ''احوال وآثار'' کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یوپی)

پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہندوستانی مسلمانوں کے لئے خوش آئند اور پر مسرت ثابت نہیں ہوا اس صدی کے ابتدا ہی سے ایسے حالات و واقعات پیش آتے چلے گئے جن میں سے ہر ایک کی دکھن اور چبھن لمبے عرصے تک باقی رہے گی ان حوادث وآفات کی ایک بڑی المنا کی یہ ہے کہ ہندوستان برگزیدہ اکابر ومشائخ علماء ومحدثین، فقہا، مصنفین و محققین اور مؤرخین ومفکرین کے سب سے اہم اور صف اول کے حضرات کے دنیا سے ایک کے بعد ایک کے سفر نے یہاں کے دینی علمی فکری تحقیقی تصنیفی دنیا کو سونا اور دینی علمی محفلوں کو ویران و بے رونق کر دیا کس کس کا نام لیا جائے خاصی لمبی فہرست ہے۔

یہ تأسف اور گہرا ہوا جاتا ہے اور اس غم کی المنا کی کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ رخصت ہونے والوں میں سے ہر ایک اس عہد کا فرد فرید اور اپنے موضوع کا آخری با کمال شخص تھا ایسا کہ ان کے رخصت ہونے کے بعد ایسی بھاری بھرکم شخصیت تو کجا ان کے آس پاس کے اور دوسری صف کے افراد بھی نظر نہیں آتے۔ ایسے ہی منتخب اور مایہ ناز افراد میں سے ایک اہم نام، نامور مؤرخ و محقق اور عالم **مولانا ابو المعالی قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہرؔ مبارک پوری** کا ہے **رحمة الله عليه**۔

قاضی صاحب ان اکابرین و مشاہدین کی صف کی ایک ایسی ممتاز شخصیت تھے جو علمی موضوعات کے نادر انتخاب، اپنی تصانیف ومؤلفات کے موضوع کی جامعیت نیز تحقیق ومطالعہ، وسعت نظر اور نادر معلومات ونتائج اخذ کرنے میں اپنے معاصرین میں بھی بے نظیر تھے۔

قاضی صاحب نے ہندوعرب کے تعلقات کو اپنا خاص موضوع بنایا اور اپنی تصانیف کے

ذریعہ اس کے ایسے پہلو دریافت کئے اور ایسے نئے نئے گوشے تلاش کئے کہ اچھے اچھے اہل نظر بھی حیران وششدر رہ گئے ،عرب اور ان کے تعلقات پر کوئی بڑا علمی سامان دستیاب نہیں تھا اس عنوان کو سب سے پہلے علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے مطالعہ وتصنیف کا موضوع بنایا اور قاضی صاحب نے اس کو اس بلندی تک پہونچایا کہ اس میں بڑا اضافہ آسان نہیں ہے۔

قاضی صاحب سراپا عملی شخصیت تھے اور ہمیشہ انہی موضوعات ومباحث کی اہم علمی کتابوں کی تلاش وجستجو اور ان کے مطالعہ میں غرق رہتے تھے کم لوگ ایسے ہونگے جو علمی انہماک میں قاضی صاحب کے برابر ہوں ۔قاضی صاحب نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ تصنیف وتالیف علوم اسلامیہ کی خدمت اور تاریخ کی حنابندی میں بسر کیا۔

قاضی صاحب نے اپنی علمی اور عملی زندگی کا ایک بڑا حصہ تیس سال بمبئی میں گذارا، بمبئی ایسا ظالم شہر ہے جو اچھے اچھے اہل علم کو مسحور کرلیتا ہے اور وہ بمبئی کی رعنائیوں کے اس طرح اسیر ہو جاتے ہیں کہ اپنی علمی صلاحیتوں اور کام کو بالکل بھول جاتے ہیں مگر قاضی صاحب نے تقریباً تیس سال کا عرصہ ایک چھوٹے سے کمرہ میں گذار دیا اور بمبئی شہر کا کوئی اثر اپنے اوپر نہیں آنے دیا وہیں سے اہم علمی تصانیف کے علاوہ ماہنامہ البلاغ کی ادارت متعدد علمی کاموں کی سرپرستی اور ایک اخبار میں برسوں تک مسلسل کام لکھنے کا مشکل کام اس تسلسل اور یکسوئی کے ساتھ انجام دیا کہ حیرت ہوتی ہے ۔پورے مہاراشٹر خصوصاً بمبئی شہر میں کم اردو داں ہوں گے جو قاضی صاحب سے واقف نہ ہوں ،قاضی صاحب خود فرماتے تھے کہ میں بازاروں سے گذرتا تو انگلیوں سے میری طرف اشارہ ہوتے تھے مگر اس غیر معمولی شہرت نے قاضی صاحب کے درویشانہ مزاج اور سادگی اور علمی مصروفیات پر کوئی اثر نہیں ڈالا ان کا کمرہ تھا کتابیں اور علمی مصروفیات ،بمبئی کی گلیوں میں روپیہ کی کس طرح ریل پیل ہے اور دولت کا دریا کس طرح بہہ رہا ہے انہیں اس سے کچھ سروکار نہ تھا رسالہ البلاغ کی علمی شہرت خصوصاً روزنامہ انقلاب کے کاموں کی وجہ سے بمبئی کے تاجروں کا بھی ایک بڑا طبقہ ان سے واقف تھا کئی ایک نے قاضی صاحب کو مالی تعاون کی پیش کش کی اور بعض اچھی خاصی رقم لے کر خود ان کے کمرہ پر حاضر ہوئے اور چاہا کہ قاضی صاحب اپنا بڑا علمی ادارہ قائم کریں مگر قاضی صاحب کی درویشانہ مزاج نے قبول نہ کیا اور اسی شان سے

اپنا کام کرتے رہے۔

طویل مسلسل گہرے مطالعہ باریک بینی اور دقت نظر سے اخذ و اقتباس اور برسوں کے طویل مطالعہ کے بعد اس کے نتائج کو خاص ترتیب اور وسیع پس منظر کے ساتھ پیش کرنا قاضی صاحب کا ایسا امتیاز ہے جو قاضی صاحب کو ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ممتاز محقق اور دیدہ ور مصنفین کی صف میں شامل کرتا ہے۔قاضی صاحب اگر چہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے فاضل تھے لیکن ان کا علمی طریقہ کار علامہ شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی نمائندگی کرتا ہے: وہی عزت وہی عظمت وہی شانِ دلآویزی۔

موضوعات کے انتخاب، مطالعہ اور تحقیق کے نہج اور تصانیف و مضامین کی جامعیت ہر ایک میں وہی انداز جھلکتا ہے ۱۹۴۷ کے بعد ہندو پاکستان کے بلند پایہ مصنفین اور ایسے صاحب نظر محققین کی فہرست میں جن میں سے ہر ایک کا کام ایک بڑے ادارہ کے کام کے برابر ہے، قاضی صاحب کا نام بھی بلا تکلف لیا جا سکتا ہے۔

قاضی صاحب مؤرخانہ مزاج وسعت مطالعہ حسن انتخاب اور عمدہ ترتیب وتہذیب کے ساتھ قلم اٹھاتے ہیں اور متعلقہ موضوع کے تمام پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ درجہ بدرجہ تمام عنوانات اور پہلو صاف ہوتے چلے جاتے ہیں قاضی صاحب نے ’’کاتا اور لے دوڑی‘‘ کو کبھی پسند نہیں کیا، قاضی صاحب کا بنیادی اصول جو ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ’’یک در گیر اور محکم گیر‘‘ کا ہے، قاضی صاحب نے غالباً اپنی علمی زندگی کے آغاز پر ہندوستان اور عربوں کے باہمی روابط وتعلقات اور ان کے متعلقہ گوشوں کو اپنے مطالعہ اور تحریر کے لئے خاص موضوع کے طور پر چن لیا تھا اور تمام زندگی اسی کی تلاش و تحقیق میں لگے رہے۔اگر چہ قاضی صاحب نے اور موضوعات پر بھی لکھا ہے مگر اساسی موضوع یہی عرب اور ہند کے تعلقات کا موضوع ہے قاضی صاحب کی غالباً سب سے بڑی پہلی تالیف اور قابل ذکر خدمت تفسیر قرآن پر تھی جن میں سات اہم اور ممتاز تفسیروں کا انتخاب پیش کیا گیا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام منتخب التفاسیر رکھا تھا، قاضی صاحب نے کتاب لاہور قیام کے زمانہ میں لکھی اور اسی دور میں سیر صحابیات اور علمائے اسلام کی خونی داستان، پر وقیع کتابیں لکھیں مگر

افسوس کہ یہ تینوں اشاعت سے محروم رہیں لاہور سے واپسی کے بعد قاضی صاحب نے بمبئی کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں ایک چھوٹے کمرہ میں بیٹھ کر ایسے بڑے بڑے کام انجام دیئے جو بڑے بڑے ادارے بھی مشکل سے کرسکتے ہیں۔

ذکر آچکا ہے کہ قاضی صاحب نے ہندوعرب کے تعلقات کو اپنی علمی موضوع کے طور منتخب کرلیا تھا۔ قاضی صاحب نے اس موضوع پر ترتیب وار کتابیں پیش کرنی شروع کیں اور تن تنہا اس موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا مرتب کر دیا جو درج کتابوں پر مشتمل ہے: عرب و ہند عہد رسالت میں، خلافت راشدہ اور ہندوستان وخلافت بنی امیہ اور ہندوستان وخلافت عباسیہ اور ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں اور اسی موضوع پر عربی میں بھی تین کتابیں لکھیں۔

مذکورہ بالا تصانیف میں سے ایک کتاب کے پڑھنے سے بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ مصنف نے اسکے موادفراہم کرنے میں کس قدر کی برسہابرس کے مسلسل مطالعہ کے بعد ضروری معلومات فراہم کیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آخری کتاب اوپر کی تمام کتابوں کا گویا ضمیمہ اور تکملہ اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو عرب کے سیاسی وثقافتی تعلقات نے دونوں ملکوں کو کیسے کیسے فائدے پہونچائے اور عرب کی وادیوں سے اٹھنے والے علمائے کرام اور محدثین نے ہندوستان کی علمی فضاؤں کو کیسی آب وتاب اور زندگی بخشی عربوں کی آمد سے اس خطہ کی علم ناآشنا فضائیں کس طرح معمور اور مخمور ہوگئیں تھیں۔ اور جب ذہن ہندی نطق اعرابی سے آشنا ہوا تو اس نے علم وکمال کی دنیا میں کیسے کیسے آباد کئے اور ان کی محنت اور برکت سے علوم دینیہ اسلامیہ اور تاریخ وادب کے چمن میں کیسی بہار آئی اور فضائیں کس طرح مشک بار اور عنبر بیز ہوگئیں تھیں۔ قاضی صاحب کی علمی تحقیقات سے یہ دلچسپ حقیقت سامنے آئی جس سے ہندو پاکستان کے قارئین کو خوشی ہوتی ہے کہ چند ہندنژاد علماء، ائمہ محدثین عالم اسلام کے نامور علماء اور بڑے اساتذہ فن کے مربی اور استاد تھے اور عالم اسلام کی علمی ترقی اور علوم اسلامیہ پر کتابوں کے اہم ذخیرے میں ہندوسندھ کے علماء کا نہایت وقیع اور ناقابل فراموش حصہ ہے۔

قاضی صاحب اس مقصد کے لئے ایسی کتابوں کا شاید حرفاحرفا مطالعہ کیا ہے جن میں سے

اکثر دو تین جلدوں سے پندرہ بیس جلدوں تک کی ضخامت کی ہیں ان میں کئی ایسی بھی ہیں کہ ان کی ایک جلد کو بھی پورے اہتمام سے پڑھ لینا اچھا خاصہ کام ہے مگر قاضی صاحب کے ذوق علم صبر وضبط اور یکسوئی کے مزاج نے اس ہفت خواں اور مشکل مرحلہ کو اس طرح طے کیا کہ شاید قاضی صاحب کے قریب رہنے والے کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہوگا کہ وہ ایسے علمی اور بڑے کام میں مشغول ہیں۔

عرب و ہند کے تعلقات قاضی صاحب کا عزیز ترین موضوع تھا لیکن قاضی صاحب دو سرے موضوعات ومضامین سے بھی بے تعلق نہیں تھے قاضی صاحب کی تصانیف میں سے خیر القرون کی درسگاہیں ان کی نظام تعلیم وتربیت اور تدوین وسیر مغازی قابل ذکر ہیں۔ یہاں قاضی صاحب کی ایک اہم دریافت ابن شاہین کی تاریخ الثقات کی تصحیح وتعلیق کا تذکرہ بھی ضروری ہے اس کا ایک قلمی نسخہ جو ۱۱۳۷ کا لکھا ہوا تھا قاضی صاحب کی نظر سے گذرا قاضی صاحب نے اس نسخہ کو علمی طریقہ پر مرتب کیا، رجال ومتن کی تصحیح کی اور اس پر ضروری حاشیہ اور ائمہ فن رجال کی تصانیف سے تحقیق وتنقید کی یہ کتاب ۱۴۰۶ میں بمبئی سے شائع ہوئی۔قاضی صاحب نے اصول حدیث کے ایک معروف متن جواہر الاصول کو دو خطی نسخوں کی مدد سے مرتب کیا ہے جس میں سے ایک نسخہ جو رجب ۱۲۱۲ (   ) کا مکتوبہ ہے اور قاضی صاحب کے ذاتی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ قاضی صاحب کی رائے یہ تھی کہ یہ نسخہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم اور شیخ مرشد حضرت شاہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی کے خلیفہ اور جانشین حضرت شاہ غلام علی دہلوی (وفات ۱۲۴۰) کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے (ا) دوسرا نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں تھا جس پر تاریخ کتابت تھی نہ کاتب کا نام قاضی صاحب نے ان دونوں نسخوں کی مدد سے جواہر الاصول کو مرتب کیا اس پر ضروری حاشیہ اور تعلیقات تحریر فرمائیں مقابلہ اور تصحیح کا کام صرف تیرہ دن میں مکمل ہوگیا تھا۔ حالانکہ رمضان میں اور معمولات بھی خاصے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں جس سے قاضی صاحب کی قوت کار کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کے وقت میں برکت تھی اس کا ایک اور اندازہ قاضی صاحب کی مرتبہ کتاب تاریخ اسماء الثقات لابن الشاہین سے بھی ہورہا ہے ،جس کی تحقیق وتعلیق کا عمل ۱۴ رجب ۱۴۰۲ کو شروع ہوا تھا اور تیس رمضان المبارک کو ہوگیا۔

مصروفیات کے اس ہجوم میں قاضی صاحب نے اپنے علاقہ اور وطن کو کبھی فراموش نہیں کیا اور علمی موضوعات کے ساتھ پورب اور مشرقی یو پی کے آخری اضلاع کے علماء اور اہل کمال کے احوال وسوانح کی تحقیق اوران کے علمی آثار کی جستجو کرتے رہے مولانا نے پورب کے اکابر علماء پر اعلی درجہ کے تحقیقی مضامین لکھے جن کا ایک عمدہ مجموعہ دیار پورب میں علم اور علماء کے نام سے ( ) شائع ہو چکا ہے اس موضوع کے مولانا کے چند اور مضامین بھی ہیں جو اس مجموعہ میں شامل نہیں، ضرورت ہے کہ ان سب کو مرتب کر کے اس کتاب کے دوسرے حصہ کے طور پر شائع کیا جائے قاضی صاحب نے اس موضوع پر عام سے خاص کی طرف سفر کیا اس سلسلہ کی قاضی صاحب کی دوسری تالیف تذکرہ علماء مبارک پور ہے جس طرح اور موضوعات کی تصانیف کا گو تکملہ عربی میں پیش کیا گیا ہے۔

اسی موضوع کا تکملہ بھی اسی انداز پر ہوا ہے قاضی صاحب نے اپنے نانا ممتاز عالم اور عربی کے صاحب ذوق شاعر مولانا احمد حسن مبارک پوری کا عربی کلام جمع کیا اور اس کو مرتب کر کے شائع کیا دینی علمی ادبی موضوعات چھوٹی بڑی کتابیں اور مضامین لکھتے رہتے تھے سب مضامین کو موضوعات کی ترتیب سے یکجا کر کے شائع کر دیا جائے تو وہ ضائع ہونے سے محفوظ رہیں گی اور ان سے ہمیشہ استفادہ ہوتا رہے گا۔

قاضی صاحب کی صرف یہی ایک مصروفیت نہیں تھی قاضی صاحب تقریبا بیس سال تن تنہا ایک علمی پرچہ البلاغ نکالتے رہے جن لوگوں کو علمی رسالہ نکالنے کا کچھ بھی تجربہ ہے وہی جانتے ہیں کہ یہ کیسا مشکل کام ہے خصوصا جب کہ ادارت سے لیکر مضامین تک اور مضامین سے اشاعت تک کی ذمہ داری ایک ہی شخص پر ہو صرف یہی ایک کام شب وروز کی مصروفیت کے لئے کافی ہے مگر قاضی صاحب کا ذوق بلند اور نشیمنوں کی طرف بھی مائل پرواز رہتا تھا۔ قاضی صاحب کی اور بھی علمی مصروفیات تھیں۔

قاضی صاحب روزنامہ انقلاب کیلئے ہفتہ وار کالم بھی پابندی سے لکھتے تھے۔ ہندو پاکستان کے ممتاز ترین علمی رسائل کے لئے وقیع مضامین لکھتے تھے جس میں سے بعض مضامین غیر معمولی اہمیت کے ہوتے تھے ایسے کہ ان کو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب

جیسے اساطین علم بھی توجہ سے پڑھتے اوران پر اپنی رائے، استدراک، ضمیمہ اور تکملے لکھتے تھے۔(۱)

قاضی صاحب شعروسخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے قاضی صاحب کا تخلص اسی ذوق سخن کی یادگار تھا۔ قاضی صاحب نے تعلیم کے بعد معاش کیلئے غالباً پہلا سفر امرتسر کا کیا تھا۔ یہ زمانہ لاہور کے علمی شباب کا تھا علم وفن شعروادب اور تحریر وصحافت کے بڑے بڑے شہ سوار اور علمی، ادبی دنیا کے متعدد بلند پایہ ادیب، شاعر اور مصنف لاہور میں قیام فرماتھے جس کی بدولت لاہور میں علمی، ادبی رونقیں شباب پر تھیں، اور ہر طرف یہی چرچے اور تذکرے رہتے تھے جس کی وجہ سے غیر منقسم ہندوستان کے اچھے اچھے باذوق نوجوان لاہور میں جمع ہو گئے تھے اسی وقت قاضی صاحب بھی لاہور پہونچے، قاضی صاحب کی علمی صلاحیت اور تحریر وتالیف کا جوہر بھی اسی علمی آبشار سے فیض یاب ہوا۔

لاہور کے اس وقت کے ایک مشہور اخبار زمزم نے قرآن پاک کی عمدہ تفسیروں کا ایک انتخاب مرتب کرانے کا ارادہ کیا اور اس خدمت کیلئے قاضی صاحب کو لاہور آنے کی دعوت دی، قاضی صاحب نے اسے قبول کرلیا اور لاہور پہونچ گئے۔ لاہور کے قیام نے قاضی صاحب کی زندگی پر خاصا گہرا اثر ڈالا، قاضی صاحب جو اعلیٰ درجہ کی علمی صلاحیت اور زبان وادب کا عمدہ ذوق رکھتے تھے لاہور کی علمی محفلوں اور شعروادب کے حلقوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔

اس زمانہ میں لاہور کے علمی افق پر جو نام بہت آب وتاب سے روشن تھے اور پورے ملک

---

(۱) مثلاً قاضی رشید ابن زبیر کی اہم تصنیف الذخائر والتحف علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مقدمہ اور تعلیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ قاضی صاحب نے اس پر مفصل تبصرہ لکھا جو ماہنامہ معارف اعظم گڈھ کے دوشماروں اپریل ومئی ۱۹۶۰ء میں چھپا۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنے مقدمہ میں یہ لکھا تھا کہ کتاب کے مصنف کا حال مجھے کسی کتاب میں نہیں ملا مگر کتاب کی اندرونی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانچویں صدی ہجری کے عالم تھے۔ قاضی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جو معارف اعظم گڈھ دسمبر ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا، یہ لکھا کہ قاضی رشید ابن زبیر کا تفصیلی ذکر ابن خلکان کے یہاں موجود ہے۔ قاضی صاحب کی اس صراحت کا حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے اپنے ایک مضمون میں مفصل جائزہ لیا اور اس میں قاضی صاحب سے جو فروگذاشت ہوگئی تھی اس کی وضاحت کی اور ثابت کیا کہ قاضی صاحب کی اطلاع صحیح نہیں ہے۔ حضرت مولانا کا یہ مضمون معارف اعظم گڈھ فروری ۱۹۶۱ء میں چھپا تھا اس طرح کے ایک دو مضامین اور بھی ہیں۔

میں ان کا غلغلہ اور چرچا تھا ان میں احسان دانش (۱) کا نام بھی بہت نمایاں تھا۔ قاضی صاحب کے احسان دانش سے واقفیت و روابط ہوئے جو جلد ہی دوستی اور شاگردی میں تبدیل ہو کر اور گہرے ہو گئے تھے شعر وسخن میں قاضی صاحب احسان دانش کے با قاعدہ شاگرد ہو گئے تھے، تلمذ واستفادہ کا یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ قاضی صاحب کی احسان دانش صاحب کے ساتھ مستقل مجلسیں جمتیں۔ اور شعر وسخن کا دور چلتا تھا اور فنی، ادبی، نکات پر گفتگو ہوتی، قاضی صاحب کا اکثر شام چار بجے احسان دانش کے یہاں جانے کا معمول تھا، وہاں سے عشاء کے بعد واپسی ہوتی اور کبھی کبھی رات میں بھی احسان صاحب کے پاس ٹھہرتے اور رات دیر گئے تک شعر وسخن کا چرچا رہتا۔ احسان دانش نے اپنی آپ بیتی میں ایک سے زائد مقامات پر قاضی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ قاضی اطہر مبارکپوری فن شعر میں میرے شاگرد ہیں۔ (جہانِ دانش، آپ بیتی احسان دانش ص:۳۷۹، ج: اول)

احسان دانش اس کے بھی معترف تھے کہ میرے مطالعات کیلئے اعلیٰ عمدہ کتابوں کی فراہمی میں قاضی صاحب کا بھی خاص حصہ ہے جو میرے لئے اچھی کتابوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ (جہانِ دانش، ج:۱، ص:۴۶۷)

احسان دانش نے جو بہت سے کام کئے اور منصوبے بنوائے ان میں سے ایک منصوبہ ایک معیاری تصنیفی ادارے کے قیام کا بھی تھا جس کیلئے احسان دانش نے قاضی صاحب سے علماء اسلام کی خونی داستانیں نام کی کتاب بھی لکھوائی تھی۔ احسان صاحب نے لکھا ہے کہ اس کا کتابت شدہ نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ (جہانِ دانش، ج:۱، ص:۴۶۷)

قاضی صاحب کے جناب احسان دانش سے آخر تک روابط اور مسلسل خط وکتابت رہی، معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کے نام (حوالہ بالا)

(۱) احسان علی بن قاضی دانش علی کا آبائی وطن تو باغپت تھا لیکن احسان دانش کی والدہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یو پی کی تھیں۔ کاندھلہ میں احسان کی ولادت ہوئی یہیں چار درجہ تک تعلیم حاصل کی۔ یہیں ابتدائی ملازمتیں اور مزدوری کی اور یہیں ان کی شاعری کے بال و پر نکلے۔ بعد میں تلاش معاش میں لاہور چلے گئے وہیں وفات ہوئی۔

قاضی اطہر نمبر

ماہنامہ

ضیاء الاسلام

سرپرست

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدظلہ

مدیر ضیاء الحق خیرآبادی (فاضل دیوبند)

مرکز اشاعت مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ (یوپی)



فہرست مضامین